

طلیہ مدینہ خصوصی خطاب

جامعہ اشرف المدرس کے شعبہ کتبے افتتاح کے موقع پر

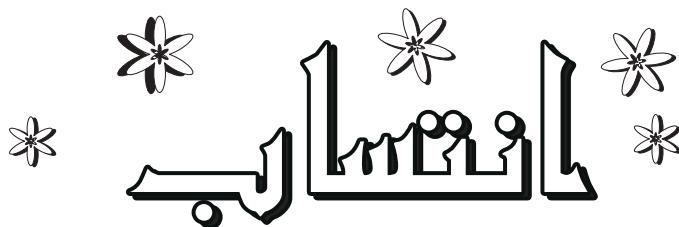


شیخ العرب عارف ماں اللہ محمد زمانہ
والعجم عارف ماں اللہ محمد زمانہ
حضرت مولانا شاہ حکیم محمد پاٹی مسلمان حسپر صاحب

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ: گلشن قلب بخاری



بِهِ فِي صَحْبَتِ اِبْرَارٍ يَدْرُجُونَ
مَجْبَتِ تِرَاصِدَةٍ بِهِ ثَمَرٌ تَبَيِّنُ
بِهِ مُعِينُ صَحِيحَتِ دُوْسِنَاؤْ كَلِشَاعِيَّةٍ
جَوَيْلُ نِيشَرَ كَلَاهُولُ خَرَاتِيَّةٍ رَادَوْلُ كَرَ



اَهْقَرُ كَيْ جُمْلَهْ تَصَانِيفُ تَالِيفَات

مرشدنا و مولانا محب اللہ حضرت اقدس شاہ ابرار لاہوری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

لور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالغفرانی صاحب پولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

لور

حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد رضاصاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحابتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ

رَاهْقَرُ مُحَمَّدٌ حَسَنٌ عَنْدَ اللَّهِ تَعَالَى الْعَزَّةُ

ضروری تفصیل

طلبہ و مددِ سین سے خصوصی خطاب	نام و عظہ:
شیخ العرب والجمیع عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دام ظلّہم علیہما الی مأۃ و عَشْرِین سنه	نام و اعیطہ:
۹ رشتہ واللہ کرم کے ۱۹۸۷ء مطابق ۷ ارجون ۱۹۸۷ء بروز بده بوقت صحیح ۸ نجح جامعہ اشرف المدارس کے شعبہ کتب کے افتتاح کے موقع پر	تاریخ و عظہ:
مسجد اشرف، گلشنِ اقبال، کراچی	مقام:
بعثت نبوت کے مقاصد ثالثہ	موضوع:
سید عشرت جمیل میر صاحب خادم غاص حضرت والا دامت برکاتہم	مرتب:
مفہیم محمد عاصم صاحب مقیم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال، کراچی	کپیو زنگ:
رجب المرجب ۱۲۰۳ھ مطابق ۱۹۸۲ء	اشاعت اول:
۲۲۰۰	تعداد:
گتھب خانہ مظہری گلشنِ اقبال - ۲، کراچی، پوسٹ آفس بکس نمبر ۱۱۱۸۲	ناشر:



فہرست

صفحہ نمبر

عنوانات

۱	بے ادبی اور بد تمیزی کی سزا کا ایک اہم اصول
۷	کسی کے جاہل یا بد دین ہونے کی شرعی دلیل
۸	ادب و اکرام کی اہمیت
۹	طلب کی کثرت تعداد مطلوب نہیں
۹	علم کی برکت اور کثرت کا فرق
۱۱	حدیث اس بال از ارمیں حُبیلَةَ کی قید، قید احترازی نہیں، قید واقعی ہے۔
۱۱	پائچا ماسٹخنے سے نیچے لٹکانے کی وجہ کسر ہے۔
۱۲	علم کا مطلوب علم نافع حاصل کرنا ہے
۱۳	علم کی برکت کے حاصل کرنے کا طریقہ
۱۴	حدیث مَا بُدِئَ بِشَيْءٍ أَخْبَرْتُ عَنْ تَحْقِيقِ
۱۵	تحصیل علم میں سب سے اہم چیز اصلاح نیت ہے
۱۶	حفاظاً و تراویح پر اجرت نہ لینے کی دردمندانہ تلقین
۱۷	بعثت نبوی ﷺ کے تین مقاصد
۱۸	محبت للہی کی بنیاد زبان و رنگ پر نہیں ہے
۲۰	بعثت نبوی ﷺ کے تین مقاصد: تلاوتِ قرآن، تعلیم کتاب اور تزکیہ
۲۲	توکل علی اللہ کا ایک واقعہ
۲۳	حضرت مولانا شاہ فضل حُمَّانِ گنج مراد آبادیؒ کے استغفار کا ایک واقعہ

۲۵.....	اخلاص نیت کی تلقین
۲۸.....	قرآن پاک میں علماء کے بلند مقام کا تذکرہ
۲۹.....	اصلاح نفس کی اہمیت
۳۰.....	دنیا کا مزہ بھی اللہ کی محبت پر موقوف ہے
۳۰.....	دنیا کی فانی نعمتوں کی مثال
۳۱.....	گناہ اور تحصیل علم جمع نہیں ہو سکتے
۳۱.....	ہستال اور اسٹرائک غیر شرعی عمل ہے
۳۲.....	ادب کے ثمرات
۳۵.....	طلبه کو سر پر بال نہ رکھنے کی تلقین
۳۶.....	طلبہ کو بری صحبت سے بچنے کی نصیحت
۳۹.....	ایک اہل دل کی ایک مدرسہ کے ہستسم سے درد مندانہ گزارش

اک شکستہ غم بھرے دل کو اگر چھیڑے کوئی
 دل کے پیمانے سے اس کے کیوں نجاۓ غم چھلکا
 پس سمجھ لو نامناسب وہ عمل ہے اے پسر!
 جس عمل سے قبل ہو محسوس دل میں کچھ کھٹکا
 تم سے کچھ شکوہ نہیں اختر کا اے جان پدر!
 ہاں مگر مل جائے آدابِ محبت کی چک

شیخ العرب واعجم عارف بالله حضرت اقدس
 مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم



طلبہ و مدرسین سے خصوصی خطاب

(جامعہ اشرف المدارس کے شعبہ کتب کے افتتاح کے موقع پر)

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادٍهُ الَّذِینَ اصْطَفَیَ امَّا بَعْدُ
فَأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَنِ الرَّجِيمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ
رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا ○ (سورۃ طہ، آیت: ۱۱۳)

بے ادبی اور بد تمیزی کی سزا کا ایک اہم اصول

ہمارے مدرسے کے ایک استاد کو ان کی نافرمانی اور بغاوت کی وجہ سے معزول کر دیا گیا تھا لیکن مولانا محمد مظہر صاحب نے ان کو دوبارہ استادر کھلایا کیونکہ مولانا محمد مظہر صاحب کے مزاج میں شفقت اور ترحم زیادہ ہے حالانکہ یہ معاملہ نافرمانی، بد تمیزی اور بغاوت کا ہے اور اصول اور قاعدہ یہی ہے کہ ایک دفعہ جب کسی انسان کی بے وفائی کا حال معلوم ہو جائے تو آئندہ اُس سے وفا کی امید نہیں رکھنی چاہیے۔

اللّٰہ تعالیٰ نے میرے شیخ ثانی حضرت مولانا شاہ ابرار الحسن صاحب دامت برکاتہم کو اعلیٰ درجہ کے نورِ تقویٰ سے نواز ہے، وہ انتہائی تبع سنّت اور متقدی بزرگ ہیں، انہوں نے مجھ سے خود فرمایا تھا کہ جب کوئی استاد بد تمیزی یا نافرمانی کرتا ہے اور اپنی مرن مانی چلاتا ہے تو میں اُس کا بذریعہ تاریخ اخراج کر دیتا ہوں۔ حضرت کے بمبئی میں ستر مدرسے ہیں، جب بھی کوئی ایسا واقعہ پیش آتا ہے تو فوراً ہر دوئی سے استاد کو تاریخاتا ہے کہ آپ کو معزول کیا جاتا ہے۔ بعض لوگ ایسے

معاملہ کے لیے کہتے ہیں کہ دیر کرنا بہتر ہے لیکن یہاں دیر کرنا ایسا ہے جیسے جنازہ کو ذن کرنے میں دیر کرنا ہے، اب یہ مسئلہ کہ دوسرا استاد ملے گا بھی یا نہیں تو اس کو بھی سمجھ لجیے کہ دین کی حفاظت اللہ نے اپنے ذمہ لینے کا وعدہ کیا ہے کیونکہ قرآن پاک میں ہے:

﴿وَإِنَّا لَهُ لَحَفِظُونَ﴾

(سورۃ الحجر، آیت: ۹)

اس آیت سے قرآن پاک کی حفاظت مع اُس کے نقوش اور معنی دونوں مراد ہیں۔

کسی کے جاہل یا بد دین ہونے کی شرعی دلیل

مودودی صاحب کہتے تھے کہ آج تک قرآن کے معنی اس طرح کسی نہیں سمجھے جس طرح میں نے سمجھے ہیں اور بغیر معنی کے سمجھے ہوئے قرآن کے نقوش کی حفاظت بے کار ہے۔ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ قرآن شریف کے ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں چاہے معنی سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مثال الٰہ سے دی ہے یعنی جو الٰہ پڑھے گا تو اس کے تین حروف پر تین نیکیوں کا وعدہ ہے۔ تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مثال ایسے ہی نہیں دی ہے، نبیوں کی زبان سے ایسی باتیں نکلوائی جاتی ہیں جو آئندہ آنے والے فتنوں کا سدِ باب ہوتی ہیں لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے الٰہ ہی کی مثال دی کسی اور کی مثال نہیں دی۔ بتائیے! الٰہ کا مطلب کوئی جانتا ہے؟ لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی مثال عنایت فرمائی تاکہ اس قسم کے جتنے فتنے ہیں ان سب کا سدِ باب ہو جائے مثلًا جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ بغیر ترجمہ کے قرآن پڑھنے کا کوئی ثواب نہیں ہے تو اس مثال سے یہ سارے فتنے ختم ہو جاتے ہیں، اب جو شخص یہ کہتا ہے کہ قرآن شریف کو سمجھے بغیر پڑھنا بے کار ہے تو وہ شخص بد دین ہے یا جاہل ہے۔

ادب و اکرام کی اہمیت

ہمارے اکابر نے اکرام اور ادب کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔

جیسے میرے مرشد اول حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے جب بھی مجھ سے فرمایا کہ پانی لے آؤ تو میں خود ہی حضرت کی خدمت میں پانی لے کر گیا، میں نے کبھی کسی اور سے نہیں کہا کہ پانی لے آؤ چاہے وہ میرا شاگرد ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح میرے مرشد ثانی مولانا شاہ ابرار الحسن صاحب جب بھی مجھ سے فرمائیں گے کہ پانی لاؤ تو میں خود پانی لینے جاؤں گا، کسی اور سے یہ نہیں کہوں گا کہ تم میرے مرید ہو لہذا تم میرے شیخ کے لیے پانی لاؤ کیونکہ پانی لانا اُسی کی ذمہ داری ہے جس سے کہا گیا ہے۔ اگر میں اپنے بیٹے مولانا مظہر میاں سے کہوں کہ پانی لاؤ تو یہ اپنے بیٹے مولوی ابراہیم سے نہ منگوائیں، میرا حتح تب ہی ادا ہو گا جب یہ خود پانی لے کر آئیں، اگر انہوں نے اپنے بیٹے سے کہہ دیا کہ ابراہیم میاں پانی لاؤ تو پھر میری محبت کا حق ادا نہیں ہو گا اور مجھے خوشی نہیں ہو گی، ابراہیم میاں نے مولانا مظہر میاں کو تو خوش کیا لیکن مولانا مظہر میاں نے مجھے کہاں خوش کیا؟

میرے شیخ ثانی مولانا شاہ ابرار الحسن صاحب کے چار بھائی انگریزی داں ہیں، ان میں سے ایک ہی بھائی یعنی مولانا شاہ ابرار الحسن صاحب عالم ہوئے۔ مولانا شاہ ابرار الحسن صاحب کے والد محمود الحسن صاحب جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مجاز صحبت بھی تھے انہوں نے ہر دوئی کے ایک بہت بڑے جلسے میں فرمایا کہ اپنے بچوں کو عربی پڑھاؤ یعنی عالم بناؤ کیونکہ جب میں کہتا ہوں کہ پانی لاؤ تو میرے انگریزی پڑھنے والے بیٹے تو نوکروں سے کہتے ہیں کہ اب تک پانی پلاو اور میرا بیٹا مولوی ابراہیم جس کو میں نے حافظ بنایا ہے خود دوڑ کر پانی لاتا ہے اور مجھے پلاتا ہے۔ اب تم اس واقعہ سے خود ہی سبق

حاصل کرو کہ لڑکوں کو عالم اور حافظ بنانا چاہیے یا مسٹر بنانا چاہیے۔

طلبہ کی کثرت تعداد مطلوب نہیں

شرع میں جو آیت تلاوت کی گئی ہے اس آیت سے متعلق ایک مسئلہ عرض کروں گا لیکن اس سے پہلے ایک مسئلہ اور بتاتا ہوں کہ کبھی بھی تعداد پر نظر مت رکھو کہ اس مدرسہ میں بہت کم طالب علم پڑھتے ہیں، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دو شاگرد امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ پڑھتے تھے، آج یہ دشائی گرد سب پر بھاری ہیں۔ حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے تین مرید مولانا قاسم نانوتوی، مولانا گنگوہی، مولانا اشرف علی تھانوی رحمہم اللہ پورے ہندوستان پر غالب تھے لہذا تعداد کو مت دیکھو کہ اس مدرسہ میں کم لڑکے پڑھتے ہیں اور فلاں مدرسہ میں ایک ہزار لڑکے پڑھتے ہیں بس جہاں بھی پڑھو محنت اور تقویٰ سے پڑھو۔

میں اپنے شیخ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ بیت العلوم میں پڑھتا تھا، میرا مدرسہ بالکل چھوٹی سی بستی میں تھا، تھا نہ بھون بھی بالکل چھوٹی سی بستی میں ہے لیکن اس چھوٹی سی خانقاہ سے جو کام ہوا ہے وہ کام اُن بڑی بڑی خانقاہوں میں نہیں ہو رہا جو کروڑوں روپے کی ہیں۔ مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دیوبند اور بڑی بڑی خانقاہوں اور مدارس کے مقابلہ میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا مدرسہ چھوٹا سا تھا اور خانقاہ بھی چھوٹی سی تھی لیکن وہاں ایسا کام ہوا جو بڑے بڑے مدرسے اور خانقاہوں میں نہیں ہوا۔

علم کی برکت اور کثرت کا فرق

اب علم کی برکت اور کثرت میں کیا فرق ہے؟ مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ناکن واڑہ میں ایک تقریر میں فرمایا، اُس تقریر میں میں بھی

موجود تھا۔ تو مفتی صاحب نے فرمایا کہ برکت کہتے ہیں قلیل کثیر انفع کو یعنی علم تو تھوڑا ہے لیکن کثیر انفع ہے، آمدی تھوڑی ہے لیکن اُس میں برکت بہت ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مقروض نہیں ہوتا، گھر والے بیمار نہیں ہوتے اور بعض وقت آمدی زیادہ ہوتی ہے مگر برکت نہیں ہوتی تو کبھی ڈاکٹر کے پاس جا رہے ہیں، کبھی کوئی مقدمہ کھڑا ہو گیا، ہر وقت کی پریشانی ہے اور چین نہیں ہے، یہ بے برکتی ہے۔

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے مفرادات القرآن میں برکت کی تعریف کی ہے کہ برکت فیضانِ رحمۃ الہیہ کو کہتے ہیں، برکت کے معنی ہیں: **الْبَرَّ كَهْ ثُبُوتُ الْخَيْرِ الْإِلَهِيِّ فِي الشَّعْوِ اللَّهُ تَعَالَى كَيْ خِيرَاتِ كَيْ بَارِشٍ۔** آپ بڑے عالم ہو جائیں اور آپ کے پاس علم کی کثرت ہے مگر اُس میں برکت نہیں ہے تو نہ آپ اُس سے فائدہ اٹھا سکیں گے نہ آپ کے علم سے مخلوق کو فائدہ ہو گا، اگر علم کے ساتھ بے عملی کی خباثت اور نحوس تبھی ہو گی تو وہ صورۃ تو عالم ہو گا لیکن حقیقتہ عند اللہ وہ عالم نہیں ہو گا، کیونکہ حضرت قادہ رضی اللہ عنہ، کی روایت سے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحابہ کا اجماع نقل کیا ہے کہ **مَنْ حَصَى اللَّهَ فَهُوَ جَاهِلٌ** جو شخص اللہ کی نافرمانی میں تسلسل کے ساتھ بتلا ہے وہ جاہل ہے، اس کو اس کے علم سے کیا فائدہ پہنچ رہا ہے؟

آج حافظ اور مولوی بھی راہ پلتے ہوئے عورتوں کو بڑی نظر سے دیکھ رہے ہیں، پائچا مہٹخنوں سے نیچے لٹکا ہوا ہے، مہتمم کے سامنے آئے تو پائچا مہم کو اوپر کر لیا، مدرسہ سے باہر نکلے تو پائچا مہٹخنے سے نیچے کر دیا، گھر میں اپنی بھابی سے پردہ نہیں کرتے حالانکہ حفظ کر رہے ہیں، قرآن سینوں میں ہے لیکن گھر میں بھابیوں سے شرعی پردہ نہیں کرتے، یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے اور گناہِ کبیرہ ہے، یہ صغیرہ گناہ نہیں ہے۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ پھر اس علم سے کیا فائدہ

ہے؟ اگر پائچا مہ کوٹخنوں سے نیچے ہی لٹکانا سے تو حافظ کیوں ہوتے ہو؟ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ جو شخص بھی پائچا مہ یا لٹکی ٹخنے سے نیچے لٹکائے گا تو اتنا حصہ جہنم میں جلے گا۔

حدیث اسبالِ ازام میں خیلاء کی قید، قیدِ احترازی نہیں، قید واقعی ہے

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تکبر سے پائچا مہ نیچے کرتا ہے تو پھر دو گناہ ہیں ایک تو کبر کا گناہ اور دوسرا ٹخنے کو چھپانے کا گناہ۔ یہ قیدِ احترازی نہیں ہے، بعض لوگ اس کو قیدِ احترازی سمجھتے ہیں لیکن یہ قید واقعی ہے۔ جیسے قرآن پاک میں ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةً إِمْلَاقٍ﴾

(سورۃ الاسراء، آیت: ۳)

اپنی اولاد کو تنگستی کے خوف سے قتل مت کرو، تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ غنی اور مالداروں کے لیے قتل اولاد جائز ہو جائے گا۔ اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے کہ خشیۃِ املاقِ تنگستی کے خوف سے قتل مت کرو اور ہم تو مالدار ہیں، تو کیا مالداروں کے لیے اولاد کو قتل کرنا جائز ہو جائے گا؟ تو یہ قید واقعی ہے قیدِ احترازی نہیں ہے، لہذا پائچا مہ ٹخنے سے نیچے لٹکانے میں خیلاء کی قید بھی قید احترازی نہیں، قید واقعی ہے۔

پائچا مہ ٹخنے سے نیچے لٹکانے کی وجہ کبر ہے

لوگ پائچا مہ ٹخنے سے نیچے کیوں لٹکاتے ہیں؟ کبر ہی کی وجہ سے لٹکاتے ہیں۔ إِلَّا يَهُ کہ وَحْيُ الْهَى کے ذریعے سے کسی کو مستثنیٰ کر دیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو استثناء فرمایا تو یہ

استثناء زبانِ نبوت سے ہے اور وحیٰ الہی ہے اور اب ختم نبوت کے ساتھ نزولِ وحیٰ
بند ہو چکا ہے، لہذا اب کسی کو اپنے کو اسالی ازار سے مشتبی کرنے کا کوئی حق نہیں
ہے اور کسی کو یہ کہنے کا بھی حق نہیں ہے کہ میں کبر سے بری ہوں۔ لہذا حکیم الامت
قہانی رحمۃ اللہ علیہ نے امداد الفتاویٰ میں فرمایا ہے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر
کبر ہو تو پائچا مامُخنوں سے نیچے لٹکا نامنع ہے ایسے لوگ دُھرے مجرم ہیں، ایک تو
کبر کا جرم دوسرے پائچا مامُخنوں سے نیچے لٹکانے کا جرم، کیونکہ کبر کی نفی کرنا بھی
خود کبر ہی ہے۔

گفتی بت پسندار شکستم رسم

ایں بت کہ تو پسندار شکستی باقی است

یعنی تو کہتا ہے کہ میں نے تکبیر کو مٹا دیا اور میں تکبیر سے چھوٹ گیا، میں نے تکبیر
کے بہت کوتور ڈیا ہے حالانکہ یہ دعویٰ کہ میں نے بت کوتور ڈیا خود ایک مستقل
بت ہے جو ابھی باقی ہے۔

علم کا مطلوب علمِ نافع حاصل کرنا ہے

تو ایسے ہی یہ لوگ گھر میں جھوٹ سے پرہیز نہیں کرتے، ماں باپ
سے لڑائی بھی کرتے ہیں، بیوی نے ذرا سی بات پر شکایت کر دی تو ماں باپ پر
ایک دم غصہ ہو گئے حالانکہ جناب حافظ بھی ہیں اور مولانا صاحب بھی ہیں اور
ماں باپ کو گالیاں دے رہے ہیں۔ اگر گھر پر جا کر یہی سب کچھ کرنا ہے تو ایسا
علم حاصل کرنے سے کیا فائدہ؟ مدرسہ میں پڑھنے سے کیا فائدہ؟ اگر مدرسہ سے
یہ حاصل ہو کہ آپ ماں باپ سے لڑیں، گھر میں شرعی پرداہ نہ ہو، اپنی بھا بیوں
سے نظر کی حفاظت نہ ہو اور راہ چلتے لڑکیوں کو بُری نظر سے دیکھ رہے ہیں تو
دوسٹو! ایسے علم سے تو اللہ تعالیٰ حفاظت میں رکھے۔ بس کیا کہوں، رونا آتا ہے،
اگر حافظ اور مولوی بنتا ہے تو اللہ والے بھی بنو رہنمہ ہم سے وہ جاہل بہتر ہے جو

تقویٰ سے رہتا ہے۔

علم کا حاصل کیا ہے؟ اصل میں ہم طالب علموں کا پورا نام طالب علم و عمل تھا، اب طالب علم مشہور ہو گیا اور عمل مخدوف ہو گیا کیونکہ عمل علم پر موقوف ہے اور علم کے بغیر عمل ہو ہی نہیں سکتا لیکن مقصود تو عمل ہے، جیسے سوئی گیس لگوانی، گوشت لائے، روٹی پکائی تو مقصود تو کھانا ہے لیکن اگر ایک شخص گوشت اور روٹی پکانے کے بعد بھی کھاتا نہیں ہے تو آپ اس کو بے وقوف اور پاگل کہیں گے لہذا علم اسی لیے حاصل کرو کہ اس پر عمل کرنا ہے۔

علم کی برکت کے حاصل کرنے کا طریقہ

تو علم میں برکت دو وجہ سے آتی ہے:

نمبر اس اساتذہ کا ادب کرو، اگر آپ نے مطالعہ کر کے حاشیہ اور شرح دیکھ لی اور استاد نے اُس کی شرح بیان نہیں کی تو بھی استاد کو حقیرمت سمجھو، کسی وقت تہائی میں ادب سے پوچھ لو، بھری مجلس میں استاد سے بحث کر کے اسے ہرانے کی نیت جس طالب علم کی ہوگی وہ علم سے محروم رہے گا۔ بعض طالب علموں کی یہ نیت ہوتی ہے کہ وہ حاشیہ اور شرح دیکھیں اور استاد کو سب کے سامنے ذلیل کرنے کی کوشش کریں، ایسے شاگرد کو کیا علم نصیب ہو گا۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ میں ہے کہ انہوں نے ایک بھنگی سے پوچھا کہ کتنا کب بالغ ہوتا ہے؟ اُس بھنگی نے کہا کہ جب ٹانگ اٹھا کر موت نے لگے، پھر جب وہ بھنگی سامنے آتا تھا تو امام صاحب اُس کے اکرام میں کھڑے ہو جاتے تھے کہ میں نے اس سے ایک علم سیکھا ہے اور آج قرآن و حدیث پڑھانے والوں کے ساتھ کیا معاملہ ہے؟ تو علم میں برکت دو وجہ سے ہوتی ہے نمبر ایک: استاد کا ادب اور نمبر دو: تقویٰ۔ اگر دو شاگرد ہیں اور دونوں با ادب اور متقی ہیں تو پھر کس کے علم میں برکت ہو گی؟ جس میں ادب غالب ہو گا۔

حدیث مائبِ دینی بشیعی الح کی علمی تحقیق
آج مدرسہ کے تعلیمی سال کا آغاز ہے اور بدھ کا دن ہے، ایک مشہور روایت ہے:

((مَا بَدَأَنِي بِشَيْءٍ يَوْمَ الْأَزْبَعَاءِ إِلَّا تَمَّ))

(الموضوعات الکبریٰ، ص: ۲۹۳، المکتب الاسلامی، بیروت)

بدھ کے دن جو کام شروع کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کو تکمیل تک پہنچادیتے ہیں۔

الْبَصْرُونُ فِي مَعِيرَةِ الْحَدِيثِ الْمَوْضُوعِ مِنْ مُلَّا عَلَى قَارِي رَحْمَةِ اللَّهِ عَلَيْهِ فَرَمَّا تَبَّعَتْ هُنَّ كَمَامِ صَاحِبِ فَرَمَّا تَبَّعَتْ هُنَّ كَمَامِ أَقْفَلَ لَهُ عَلَى أَصْلٍ يُعْنِي اس حدیث کے اصل کا معلوم نہیں لیکن مُلَّا عَلَى قَارِي رَحْمَةِ اللَّهِ عَلَيْهِ اپنی دوسری تصنیف الموضوعات الکبریٰ میں فرماتے ہیں کہ ہمارے انہے میں سے صاحب ہدایہ اس حدیث پر اعتماد کرتے ہیں۔ مُلَّا عَلَى قَارِي رَحْمَةِ اللَّهِ عَلَيْهِ فَرَمَّا تَبَّعَتْ هُنَّ وَقَدْ إِعْتَدَ مِنْ لَمَّا تَبَّعَنَا صَاحِبُ الْهِدَايَةِ عَلَى هَذَا الْحَدِيثِ أَكْرَچَ اس کا ثبوت نہ ملے لیکن ہمارے انہے میں سے صاحب ہدایہ نے اس حدیث پر اعتماد کیا ہے۔ وَكَانَ يَعْتَمِلُ بِهِ فِي ابْتِدَاءِ دَرْسِهِ اور صاحب ہدایہ اپنے درس کی ابتداء بدھ کے دن کیا کرتے تھے۔ بس ہمارے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ ہمارے حضرات تو اس پر عمل کر رہے ہیں۔ صاحب ہدایہ بڑے آدمی ہیں اور حضرت ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے شخص جو حافظ الحدیث ہیں فرماتے ہیں کہ بدھ نے اللہ تعالیٰ سے شکایت کی کہ لوگ مجھے منحوس سمجھتے ہیں، اُس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ جس چیز کی ابتداء بدھ کے دن ہوگی ہم اُس کی تکمیل فرمادیں گے۔ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک عظیم محدث ہیں۔ تو اس دن کی اہمیت کا سلسلہ ہمارے بزرگوں سے چل رہا ہے اعتماداً علی المنشایخ۔

ایک بہت بڑے عالم شاہ عبدالعزیز صاحب ناظم آباد میں رہتے

تھے، ان کی قبر ٹنڈو آدم میں ہے، جب اُن کا انتقال ہونے لگا تو انہوں نے مفتی رشید احمد صاحب کو بلا یا اور فرمایا کہ مفتی صاحب! میمت کے دن گواہی دیجیے گا کہ میں حکیم الامت تھا نوی اور مولانا گنگوہی اور مولانا نانو توی رحمہم اللہ کے مسلک پر مر رہا ہوں۔ اس کو کہتے ہیں اپنے مشائخ پر اعتماد، دیکھیں کتنا زیادہ اعتماد ہے، ایک جاہل اگر یہ بات کہتا تو اُس کے اعتماد پر اتنا بھروسہ نہیں ہوتا لیکن وہ خود بہت بڑے عالم اور مشہور واعظ تھے۔ یہ ہے مشائخ سے عشق، کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ یہ حضرات تبع سنت اور تبع شریعت ہیں۔

حصیل علم میں سب سے اہم چیز اصلاح نیت ہے

سب سے بڑی چیز اصلاح نیت ہے، جتنے اسامدہ یہاں پڑھا رہے ہیں اور جتنے طلبہ یہاں پڑھ رہے ہیں سب لوگ اپنی نیت درست کر لیں کہ ہم کس لیے پڑھتے ہیں، اس لیے سب سے بنیادی چیز نیت کی تصحیح ہے۔

بخاری شریف کی اس سب سے پہلی حدیث کی روایت مجھ کو حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ سے پہنچی ہے، کیونکہ میرے شیخ مولانا شاہ عبدالغفران رحمۃ اللہ علیہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد کے شاگرد تھے، شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد مولانا بیکھی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور میرے شیخ کے استاد مولانا ماجد علی جو نپوری رحمۃ اللہ علیہ یہ دونوں حضرات مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث پڑھتے تھے اور میرے شیخ مجھ کو بخاری شریف پڑھایا کرتے تھے۔ یہ حدیث:

((إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالثَّيَّابِ))

(صحیح البخاری، کتاب بدء الوجی، باب کیف کان بدء الوجی، ج: ۱، ص: ۲)

اور اس کی شرح میرے شیخ نے مجھ سے یہ فرمائی تھی کہ نیات، نیت کی جمع ہے اور نیت، توانہ سے ہے، توانہ کے معنی گھٹھلی کے ہیں، اگر آم کی گھٹھلی ڈالو گے تو آم

پیدا ہوگا اور اگر نیم کی گھٹھلی زمین میں ڈالو گے تو نیم ہی پیدا ہوگا، آم پیدا نہیں ہوگا۔ اگر اچھی نیت ہے اور صرف اللہ کے لیے پڑھ رہے ہو تو پھر اللہ ملے گا اور اگر یہ نیت ہے کہ مولوی اور حافظ بن کر پیٹ کمانا ہے تو پھر علم دین پڑھنے کی کیا ضرورت ہے، بھر آلو پیچو، بکر آخر یہ دا ورقہ صائی بن جاؤ اور گوشت پیچو، پھر علم دین کی کیا ضرورت ہے؟ کیا پیٹ کمانے کا علم ہی ایک ذریعہ رہ گیا ہے۔

ایک حافظ نے ایک مالدار سے کہا کہ ہم تمہاری اماں کی قبر پر چالیس دن تک قرآن مجید پڑھیں گے اور تمہیں تمہاری والدہ کی بخشش کی بشارت مل جائے گی مگر اتنے لاکھ چندہ دینا پڑے گا۔ اس کے بعد ان کو خواب بھی نظر آ گیا اور انہوں نے مالدار کو بشارت بھی سنادی اور اس سے کئی لاکھ روپے لے لئے۔ بتاؤ! یہ کیا ہے؟ یہ فرضی خواب روپے نے دکھایا ہے۔

حفاظ کوتراوتح پر اجرت نہ لینے کی دردمندانہ تلقین

دیکھو! یہاں پر جو لوگ حافظ ہو رہے ہیں مجھ سے یہاں اللہ کے گھر میں عہد کرو کہ قرآن سننا کر یا تراوتح پڑھا کر کبھی بیسہ نہیں لیں گے، اگر یہ سب کچھ کر کے پیسے ہی کمانے ہیں تو میرا مدرسہ چھوڑ دو، ہم ایسے مدرسہ میں تالہ لگادیں گے لیکن ہم نہیں چاہتے کہ یہاں سے ایسے لوگ نکلیں جو قرآن کو بیچتے پھر میں، ایسا کرنا ہر صورت سے حرام ہے چاہے معاوضہ طے ہو یا طے نہ ہو۔

فقہ کی مستند کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ اگر آپ تراوتح میں قرآن پڑھانے کا معاوضہ طے کرتے ہو تو دو گناہ ہیں، معاوضہ طے کرنے کا گناہ الگ اور حرام مال لینے کا گناہ الگ۔ اسی طرح سامع کے لیے بھی اجرت لینے کی اجازت نہیں ہے۔ آج کل لوگ کہتے ہیں کہ سامع کے لیے اجازت ہے۔ کسی بھی اللہ والے مفتی سے پوچھ لو کہ سامع کے لیے بھی بیسہ لینا جائز نہیں ہے۔ اب اگر کوئی کہے کہ ہم تو پیسے لینا نہیں چاہتے لیکن کمٹی والے اخلاص سے دے دیتے

ہیں۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ اگر کمیٹی والے آپ کو ایک لاکھ روپے دیں اور آپ اگلے سال ان کی مسجد میں تراویح نہ پڑھائیں کہیں اور پڑھائیں اور پھر کمیٹی والوں کے پاس آئیں کہ میں آپ سے آپ کا اخلاص لینے آیا ہوں تو وہ کہیں گے کہ میاں! کیسا اخلاص جائیے اپنا راستہ ناپنے۔

ایک بڑے مفتی صاحب نے یہاں تک فرمایا ہے کہ اگر کوئی حافظ رسید بک لے کر آتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے تراویح سنانے کا ایک پیسہ بھی نہیں دینا بلکہ میرے مدرسہ میں دے دینا تو یہ چندہ بھی حرام ہے، کیونکہ اگر یہ اُس مسجد میں قرآن نہیں سناتا تو اس کو چندہ نہیں ملتا، چاہے تو تجربہ کر لے۔ اگر کمیٹی والے اخلاص اور دین کی خاطر سنانے والوں کو پیسہ دیتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ یہ حافظ اُس مسجد میں نہ سنائے اور دوسروی مسجد میں سنائے پھر کمیٹی والوں سے اخلاص کا پیسہ مانگے تو بتائیے کیا وہ لوگ اسے پیسہ دیں گے؟ یہ سب لین دین کا چکر ہے۔ اللہ اپنی جانوں پر رحم کرو، پیٹ پر پتھر باندھ لو، سوکھی روئی پانی میں بھگو کر کھالو لیکن ہر گز ہر گز قرآن کو مت پیچو اور نہ گناہ کبیرہ کرو ورنہ دوزخ کی آگ سارے مزے نکال دے گی، ایسے حافظ اور مولوی بننے کا کیا فائدہ ہے۔

جو لوگ یہاں پر حافظ ہو رہے ہیں ایک تو وہ یہ نیت کر لیں کہ قرآن کے سنانے کے پیسے نہیں لیں گے اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہ قرآن پاک کو یاد کرنا ہے چاہے سمجھ میں آئے یا نہ آئے کیونکہ قرآن پاک بغیر سمجھے پڑھنا بھی اجر و ثواب سے خالی نہیں ہے، جو شخص پر کہتا ہے کہ صرف قرآن پڑھنے سے کیا فائدہ ہے جب تک کہ معنی نہ سمجھیں تو ایسا شخص بد دین ہے یا جاہل ہے۔

بعثتِ نبوی ﷺ کے تین مقاصد

نبی کی پیدائش اور نبی کی بعثت کے مقاصد کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بننا کر سمجھنے کے تین مقاصد ہیں۔

نمبر آن بیتللو اعلیٰ یہم ایتہ اس آیت کے مصدق قرآن پاک کے یہ مکاتب ہیں جو قرآن پاک کی تلاوت، آداب اور نقوش یاد کروار ہے ہیں۔ نمبر ۲: وَيُعِلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْجِنَّةَ اس آیت کے مصدق یہ دارالعلوم ہیں جہاں قرآن پاک کے معنی بیان کیے جاتے ہیں اور احادیث پڑھائی جاتی ہیں اور یہ بھی قرآن شریف ہی کی تفسیر ہے چاہے وہ ضرورت یا ضرر ہی ہو کیونکہ یہ بھی قرآن سمجھنے ہی کے لیے ہے، جو میزان پڑھ رہا ہے وہ بھی قرآن سمجھنے ہی کے لیے پڑھ رہا ہے۔ آج جو درس شروع ہو رہا ہے یہ بھی اسی وجہ سے ہے کیونکہ قرآن پاک کی تعلیم و تفسیر، احادیث مبارکہ اور اس کے قواعد و معنی اور بلاغت وغیرہ سب اس میں شامل ہیں۔ نبی کی بعثت کا تیسرا مقصد ہے: وَيُزَكِّيْهُمُ کہ نبی صحابہ کا تزکیہ کرتے ہیں یعنی ان کے اخلاق کی اصلاح کرتے ہیں، گناہوں کے تقاضوں پر عمل کرنے سے بچنے کا طریقہ سکھاتے ہیں۔ حسد، بغض، کبر، عجب یعنی خود کو بڑا سمجھنا، آپس میں لڑائی کرنا، ایک دوسرے کا مذاق اڑانا اور دوسرے مسلمان کو حقیر سمجھنا اور اکرامِ مؤمن کے خلاف دل میں جراشیم بھرے ہوئے ہونا، تو ان چیزوں کی اصلاح کرنا اور کلمہ کی بنیاد پر محبت کرنا سکھایا جائے نہ کہ علاقائیت اور زبان کی بنیاد پر۔

محبِ اللہ کی بنیاد زبان و رنگ پر نہیں ہے

اگر کوئی سرائیکی بولنے والا آگیا تو اس کے ساتھ زیادہ انبساط نہ ہونا تو غیر اختیاری چیز ہے مگر اس کا اظہار نہیں کیا جائے گا۔ اچھے خاصے حافظ میرے ساتھ کہیں گئے، وہاں پر کسی نے ان سے پنجابی میں بات کر لی تو کہتے ہیں کہ یہ تو اپنا بندہ ہے۔ میں نے کہا کہ پھر میں کس کا بندہ ہوں؟ میں تو تمہارے ساتھ رات دن رہتا ہوں، کیا میں تمہارا دوست نہیں ہوں؟ اول تو یہ اصطلاح ہی صحیح نہیں ہے، اس کی اصلاح کرنی چاہیے، بندہ تو خدا کا ہے الہذا یوں کہنا کہ یہ

اپنا بندہ ہے صحیح نہیں ہے، یوں کہو کہ یہ ہمارا بھائی ہے۔

اسی طرح زبان کے معاملے میں بُنگالی کو بُنگالی زبان سن کر خوشی ہوتی ہے، پنجابی کو پنجابی سن کر خوشی ہوتی ہے، یہ خوشی غیر اختیاری ہے لیکن اگر دوسرے لوگ موجود ہوں تو اس کا انتاز یادہ اظہار مت کرو کہ بھیجی وادا! آج آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی، ہماری بولی سنائی گئی اور دوسرے لوگ یہ دیکھ کر کہہ رہے ہوں کہ ہماری اس کے ساتھ محبت و تعلق کی ساری محنت بے کار گئی۔ لہذا ایسے موقع پر کچھ نہ کہو بلکہ تہائی میں کہو کہ آج آپ سے ملاقات کر کے دل بہت خوش ہوا، اپنی زبان سن کر اپنے وطن کی خوبصوری، اس میں کوئی حرخ نہیں ہے لیکن سب کے سامنے جہاں میں الاقوامی لوگ رہتے ہوں جیسے یہاں پر لندن والے بھی ہیں، فرانس والے بھی ہیں، تو یہاں پر زبان کو زیادہ اہمیت مت دو، کسی سے دل خوش ہو جانا تو ٹھیک ہے مگر محبت سب سے کرو، اکرام سب کا کرو اور اگر اپنی زبان والا اللہ سے غافل ہے اور دوسری زبان والا اللہ والا ہے تو اس اللہ والے سے کلمہ اور ایمان کی بنیاد پر محبت کرنا تم پر زیادہ واجب ہے۔ اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ یہ ہمارا ملکی بھائی ہے، جبکہ وہ نماز بھی ٹھیک سے نہیں پڑھتا اور اللہ کی نافرمانی بھی کرتا ہے مگر پھر بھی وہ اس کے بارے میں یہی کہتا ہے کہ یہ اپنی زبان والا ہے تو پھر میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ پتہ نہیں اس کا خاتمه ٹھیک بھی ہو گا یا نہیں، کیونکہ مجھے حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت پتھی ہے کہ حضرت نے سب کے سامنے ایک خط پڑھا جس میں لکھا تھا کہ ہمارا دل آپ کی ملوقت (ملاقات) کو چاہتا ہے تو ایک صاحب نے کچھ حقارت سے کہا کہ حضرت! یہ تو کوئی بُنگالی معلوم ہوتا ہے تو حضرت نے اس کی بیماری کو سمجھ لیا، آخر وہ حکیم الامت تھے، تو حضرت نے فرمایا کہ جاؤ! پھر سے کلمہ پڑھو کیونکہ تم نے اس وقت کلمہ کی بنیاد پر اکرامِ مؤمن نہیں کیا، تم نے زبان کی بنیاد پر مومن کی

تو ہین کی ہے جس سے اس کی حقارت ظاہر ہوئی اور کسی مؤمن کو زبان کی وجہ سے حقیر سمجھنا بہت خطرناک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زبان اور رنگ کو اپنی نشانی بیان کیا ہے:

﴿وَمِنْ أَيْتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَآخْتِلَافُ الْسِنَّتِكُمْ وَآلُوَانِكُمْ﴾
(سورہ الروم، آیت: ۲۲)

قرآن اعلان کرتا ہے کہ یہ جو کوئی گورا ہے اور کوئی کالا ہے تو زبان اور رنگ کا یہ اختلاف ہماری نشانی ہے، یہ تو اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کی علامت اور ذریعہ معرفت ہے اور تم نے ذریعہ معرفت کو ذریعہ قتل بنارکھا ہے۔ آج اسی مرض کی وجہ سے دُنیا پر بیشان ہے اور ہر طرف قتل و خون ہو رہا ہے، اسی چیز کو مٹانے کے لیے خانقاہیں بنی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کا ترزیک یہ فرمایا اور اتنا ترزیک یہ فرمایا کہ صحابہ کے قلوب میں مال تو کیا جان کی محبت بھی نہیں رہی۔

جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے شاہ ایران کو خلط لکھا اور اسے جنگ کی دھمکی دی تو مسئلکوۃ شریف کی کتاب ابیحاد میں یہ جملہ نقل ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جتنا تم لوگ شراب سے محبت کرتے ہو اتنی ہم موت سے محبت کرتے ہیں۔ یہ ہے جان دینے کا جذبہ! ایمان کا صحیح حق یہی ہے، کلمہ کی تعریف یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر جان دینے کی راہوں کو بے چینی سے تلاش کرنا۔

بعثت نبوی ﷺ کے تین مقاصد: تلاوت قرآن،

تعلیم کتاب اور ترزیک

تو تین شعبے ہو گئے، تلاوت قرآن پاک کے لیے اللہ تعالیٰ نے مکتب قائم کر دیئے، قاری صحاباں جو قرآن پاک پڑھا رہے ہیں تو یہ یتّلوا عَلَيْهِمْ آیتیہ کے شعبہ کا انتظام ہے۔ اور آج یہاں جو عربی تعلیم شروع ہو رہی ہے یہ

وَيُعِيمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ کا شعبہ ہے۔ اور خانقاہ میں یا یہاں پر اصلاحِ نفس سے متعلق بزرگوں کی جو باتیں سنائی جاتی ہیں یہ وُیزِ گنیہم ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے تین مقاصد بیان فرمائے، ایک تلاوت قرآن پاک جس کا نام مکتب ہے، دوسرا تعلیم قرآن پاک جس کا نام دارالعلوم ہے اور تیسرا ترکیہ نفس جس کا نام خانقاہ ہے۔

میں نے علماء کے محضر میں جامعہ اشرفیہ لاہور میں تقریر کی، وہاں کے نائب مہتمم مولانا عبدالرحمن صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ آپ کے اس بیان کے دوران ایک ایسی جماعت جو منکرِ تصوف ہے اس کا ایک بہت بڑا لیدر بھی بیٹھا ہوا تھا اور وہ کسی مسجد کا خطیب بھی ہے، اُس نے اُس دن اقرار کیا کہ آج ہماری آنکھیں کھل گئیں، ہم لوگ تلاوت قرآن اور تعلیم قرآن کے درستے تو کھولتے ہیں لیکن ہماری پوری جماعت میں ترکیہ نفس کا کوئی مدرسہ نہیں ہے، الہذا ہم لوگ اس شعبہ سے محروم ہیں۔ تو اس نے اپنی شکست مانی۔ مولانا عبدالرحمن صاحب نے میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحسن صاحب کے سامنے اس واقعہ کو بیان کیا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اس ادارہ کو تینوں شعبے عطا کر دیئے الہذا اس کا عنوان بعثتِ نبوت کے مقاصدِ ثلاٹہ ہونا چاہیے۔ ہم سب کو اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہیے کیونکہ یہ شعبے الگ الگ ہوتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کو یہاں پر جمع کر دیا ورنہ خانقاہیں الگ ہوتی ہیں، مکاتب الگ ہوتے ہیں، دارالعلوم الگ ہوتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں تینوں شعبے عطا کر دیئے۔

تو سب سے پہلے اخلاصِ نیت کی بات ہے، سب لوگ نیت کرلو اختر بھی، مظہر میاں بھی اور آپ سب لوگ بھی نیت کر لیں کہ یا اللہ! آپ کی رضا کے لیے یہ مدرسہ کھولا گیا ہے، اگر ہمارے اخلاص میں کمی ہو تو آپ اُسے پورا

کرد تھی۔ پڑھانے والے اللہ کے لیے پڑھائیں اور پڑھنے والے اللہ کے لیے پڑھیں، پیٹ پالنا کوئی کمال نہیں ہے، پیٹ تو جانور بھی پال لیتا ہے۔ دو آدمی ایک کمرے میں رہتے تھے۔ ایک کی شہد کی بوقت سے شہد غائب ہو گیا حالانکہ وہ ہر وقت تالے میں رہتی تھی۔ اس دوست نے اپنے دوست سے پوچھا کہ میرا شہد کہاں گیا؟ کیا تم نے میرا شہد چرا لیا؟ دوسرے دوست نے کہا کہ خدا کی قسم! تمہارے شہد کو میں نے چھوایا ہی نہیں۔ ایک دن اُس نے دیکھا کہ ایک چوہا آیا، چوہے نے بوقت کے اندر اپنا منہ ڈال لیکن بوقت کا منہ چھوٹا ہونے کی وجہ سے چوہے کا منہ اندر نہیں جاسکا، پھر چوہے نے اپنی دُم بوقت کے اندر ڈالی، اُس کے بعد دُم نکال کر اُس کو چوسا، اس طریقہ سے چوہے نے بوقت خالی کر دی، تو پیٹ پالنے کا کام تو چوہا بھی کر سکتا ہے۔

اگر کوئی بھری جہاز سے حج کرنے کے لیے جاتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ میں اس نیت سے حج کرنے جا رہا ہوں کہ سمندر دیکھوں گا تو بولو! یہ شخص پاگل ہے یا نہیں؟ اگر یہی شخص اللہ کی رضا کے لیے کعبہ شریف کو دیکھنے کی نیت کر لے تو کیا سمندر نہیں دیکھے گا؟ جو چیز بلا نیت ملتی ہے اُس کی نیت کیوں کرتے ہو، دنیا تو بلا نیت ملتی ہے اُس کی نیت نہ کرو، اللہ کی رضا کے لیے پڑھو اور پڑھاؤ، جب اللہ راضی ہو گا تو بھوکا نہیں مارے گا، جو کافروں کو روٹی دیتا ہے، جو اپنے دشمنوں کو روٹی دیتا ہے وہ اپنے دوستوں، حافظوں اور مولویوں کو روٹی نہیں دے گا؟

تو کل علی اللہ کا ایک واقعہ

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ععظ میں بیان فرماتے ہیں کہ ایک حافظ نے کہا کہ خدا کی قسم میں مرغ کے علاوہ کوئی کھانا نہیں کھاؤں گا۔ وہ ایک گاؤں میں گیا اور نمازِ عشاء پڑھ کر لیٹ گیا۔ امام صاحب نے پوچھا کہ کھانا آ گیا، کھانا کھاؤ گے؟ اُس نے چادر اور ٹھی ہوئی تھی، چادر میں سے منہ نکال کر

پوچھا کہ امام صاحب کیا چیز ہے؟ امام صاحب نے کہا کہ بکری کا شور بہ اور چپانی ہے۔ اُس نے کہا کہ ہم یہ نہیں کھاتے، ہم تو مرغ کھاتے ہیں، ہم نے اللہ تعالیٰ سے قسم اٹھائی ہوئی ہے۔ امام صاحب نے کہا کہ مسافر صاحب! بھوکوں مر جاؤ گے، اُس نے کہا کہ اگر میں بھوکوں مروں گا تو آپ کو کیا ہے، آپ میراجنازہ پڑھادینا۔ اتنے میں ایک گھنٹے بعد ایک بڑھیا نے دروازہ کھٹکھٹا کر پوچھا کہ کوئی مسافر ہے؟ میں اُس کے لیے مرغ لے کر آئی ہوں حالانکہ وہ اس مسافر کے لیے بالکل نئی بستی تھی، کوئی جان پہچان نہیں تھی، پھر بھی وہ بڑھیا اُس مسافر کے لیے مرغ لے کر آئی، مسافر نے مرغ کھالیا اور کہا کہ ہاں! یہ میری غذا ہے۔ اب امام صاحب نے سوچا کہ شاید بڑھیا اتفاق سے آگئی لیکن دوسرے دن پھر مرغا لے آئی، وہ مسافر چالیس دن تک ٹھہر اور چالیس روز تک مرغ کھاتا رہا، پھر وہاں سے چلتا بنا۔ اس کے جانے کے بعد امام صاحب نے سوچا کہ آج جب بڑھیا مرغ لائے گی تو وہ مجھے مل جائے گا، بڑھیا واپس کہاں لے جائے گی، کہے گی کہاب میں یہ مرغا واپس کہاں لے کرجاؤں، ارے امام صاحب! تو یہ یہ مرغا کھائے۔ اب امام صاحب انتظار کر رہے ہیں لیکن بڑھیا نہیں آئی۔ امام صاحب کے پیٹ میں درد اٹھا اور وہ اُس بڑھیا کے گھر گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا کہ آج مرغا کیوں نہیں بھیجا۔ اُس نے کہا کہ میرا بیٹا پھانسی کے جھوٹے مقدمے میں پھنسا ہوا تھا اور میں نے اللہ تعالیٰ سے نذر مانی تھی کہ اگر میرا بیٹا پھانسی سے نج جائے گا تو میں چالیس روز تک کسی مسافر کو مرغا کھلاوں گی تو میرے چالیس دن پورے ہو گئے حالانکہ اُس بڑھیا کو معلوم نہیں تھا کہ یہاں کون سامسافر ہے۔ اللہ سے دل لگاؤ اور اللہ کی عبادت کرو، ان شاء اللہ اس سے دل بھی بڑا ہو جاتا ہے اور حیا اور غیرت بھی آ جاتی ہے پھر کسی سے نہیں کہو گے کہ اس سال قربانی کی کھالیں ہم کو ہی دینا، جب آدمی کا تعلق اللہ سے ہو جاتا ہے تو پھر

وہ چھوٹی چھوٹی ذلت والی حرکتیں نہیں کرتا، جس کو سودفہ غرض ہو وہ خود کھال لے کر بیہاں آئے اور دین کی خدمت کرے۔

حضرت مولانا شاہ فضلِ حُمَنْ گنج مراد آبادی

رحمۃ اللہ علیہ کے استغنااء کا ایک واقعہ

حضرت مولانا شاہ فضلِ حُمَنْ گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس انگریز حکومت کا گورنر آیا، لوگ گھبراتے ہوئے حضرت کے پاس آئے، حضرت نے پوچھا کہ کیا ہوا خیریت تو ہے؟ انہوں نے بتایا کہ حضرت! انگریز گورنر آیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر گورنر آیا ہے تو میں کیا کروں؟ کہا کہ حضرت! یہ لوگ کرسی پر بیٹھتے ہیں کیونکہ وہ پتوں پہنے ہوئے تھا تو فرمایا کہ گھڑے کا پانی کیا ری میں ڈال دو اور اس کو والٹا کر کے رکھ دو، وہ گرسی بن جائے گی، تو اس پر گورنر کو بٹھا دیا پھر خادم نے کہا کہ حضرت! گورنر کے ساتھ اس کی میم (بیوی) بھی ہے، فرمایا کہ دوسرا گھڑا بھی ہے، اس کا پانی کیا ری میں اندھیل دو۔ اب ایک گھڑے پر گورنر صاحب اور دوسرا گھڑے پر میم صاحبہ بیٹھی ہوئی ہیں۔ ارے! اللہ والوں کو اس کی کیا فکر ہے، جس کو سودفہ غرض ہو وہ چٹائی پر بیٹھے، زیادہ قالین اور کر سیاں منگوانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی طرح اللہ والوں کے خادموں کو بھی مستغنى ہونا چاہیے۔ پھر گورنر نے پوچھا کہ آپ کے مہمانوں اور طلبہ کا خرچ کیسے چلتا ہے؟ شاہ صاحب نے فرمایا کہ ایک ہی دفعہ میں سارے جواب نہیں دیئے جاتے، پھر کبھی آنا تو اس کا جواب دوں گا۔ چھ مہینے کے بعد وہ دوبارہ آیا اور ایک ہزار اشتر فیاں پیش کیں، حضرت نے ان کو پھینک دیا، وہ پیر کپڑا کر کہنے لگا کہ حضرت! قبول کر لیجیے تب حضرت نے قبول کیا۔ پھر اس نے پوچھا کہ حضرت! خرچ کیسے چلتا ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ جیسے تم نے میرے

پاؤں پکڑ کر مجھے پیسہ دینے کو شش کی ہے، ایسے ہی اللہ تعالیٰ مالداروں کی گردان مر ڈمرو ڈکر پیکر ڈکر دلو اتے ہیں۔ دوستو! اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر علم دین پڑھو۔ اگر اتنا بھروسہ نہیں ہے تو بہتر ہے کہ سبزی بیچو، قصائی بن جاؤ، کپڑے کی مل میں نوکری کر لیکن اللہ کے دین کو بدنام نہ کرو۔

اخلاصِ نیت کی تلقین

تو سب سے پہلے میرے تمام دوست، تمام اساتذہ، تمام طلباء کرام نیت کو درست کر لیں کہ اللہ کی رضا کے لیے پڑھانا ہے، رہ گیا پیٹ تو درس و تدریس کو رب نہ مانو، کہو کہ رب العالمین اللہ ہے، پالنے والا اللہ تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا مِنْ ذَآبَةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا كُنَّا لَهُ بِزْقَهَا﴾

(سورہ هود، آیت: ۶)

کی تفسیر دیکھ لیں۔ ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو زر اس انخیال آیا کہ اللہ تعالیٰ ساری دنیا کو کیسے پالتے ہیں فوراً حکم ہوا کہ فلاں چٹاں پر عصا ماریئے، تین دفعہ عصا مارنے پر چٹاں تین ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئی، تیسرا چٹاں میں ایک کیڑا انکا، اُس کے منہ میں ہر اپتہ تھا، اب بتائیے! وہ کہاں سے روزی پارہا ہے جبکہ پتھر میں کوئی سوراخ بھی نہیں تھا۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے وَمَا مِنْ ذَآبَةٍ کی اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے کہ وہ کیڑا یہ وظیفہ پڑھ رہا تھا:

((سُبْحَانَ مَنْ تَيَّرَ أَنِي وَيَسْمَعُ كَلَامِي وَيَعْرِفُ مَكَالِي وَيَدْكُنْيَ وَلَا يُنْسَانِي))

(تفسیر روح المعانی)

پاک ہے وہ ذات جو مجھے دیکھ رہی ہے، اور میری بات سن رہی ہے اور وہ میرے رہنے کی جگہ کو خوب پہچانتا ہے اور مجھے یاد رکھتا ہے اور کبھی فراموش نہیں کرتا۔ اللہ ہمیں کبھی نہیں بھولتا بس ذرا ایمان کوتا زہ رکھو۔

تو آج تمام اساتذہ کرام سب سے پہلے یہ نیت کر لیں کہ اللہ کے

لیے پڑھانا ہے اور پڑھنے والے یہ نیت کریں کہ اللہ کے لیے پڑھ رہے ہیں، اس پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کو راضی کریں گے، اللہ کی رضا و ناراضگی کے قانون کا پتہ چلے گا تو اس پر عمل کریں گے، جس بات سے خدا نے پاک خوش ہوتے ہیں اُس پر عمل کریں گے اور جن اعمال سے ناراض ہوتے ہیں ان سے بچیں گے، کبھی خطاو کوتا ہی ہو گی تو روئیں گے، وہاں شرمائیں گے نہیں کہ ہماری توبہ دس مرتبہ ٹوٹ چکی ہے۔ یہاں اس شعر پر عمل کرو۔

ہم اسی منہ سے کعبہ جائیں گے
شرم کو خاک میں ملا جائیں گے

غالب نے کہا تھا کہ۔
کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب
شرم تم کو مگر نہیں آتی
مگر اللہ والے شاعر مولانا شاہ محمد احمد صاحب نے اس کی اصلاح کر دی اور فرمایا کہ۔
میں اسی منہ سے کعبہ جاؤں گا
شرم کو خاک میں ملاوں گا
اُن کو رو رو کے میں مناؤں گا
اپنی بگڑی کو یوں بناؤں گا

آپ نے دیکھا اللہ والوں کی شاعری اور دنیادار کی شاعری میں کتنا فرق ہے۔
تو پہلا سبق اخلاص نیت کا ہے، یہ اتنی اہم چیز ہے کہ اگر یہ نہیں ہے تو آپ کی محنت رائیگاں جائے گی، آپ کو قیامت کے دن کچھ نہیں ملے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ قیامت کے دن ایک قاری یا واعظ آئے گا، اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ کس کے لیے قرأت اور وعظ کہتے تھے؟ وہ کہے گا کہ اے اللہ! آپ کے لیے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم جھوٹ بولتے ہو، تم نے

مخلوق میں تعریف کے لیے قرأت و ععظ سیکھا تھا، لہذا اس کو لے جا کر جہنم میں ڈال دو۔ پھر ایک مالدار کو بلا یا جائے گا۔ اُس سے پوچھا جائے گا کہ تم نے اللہ کے راستے میں مال خرچ کیا تھا؟ وہ کہے گا کہ جی ہاں! میں نے اللہ کے راستے میں خوب خرچ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ کس کے لیے خرچ کیا تھا؟ وہ کہے گا کہ اے اللہ! آپ کے لیے خرچ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم جھوٹ بولتے ہو، تم نے دنیا میں سچی مشہور ہونے کے لیے یہ سب کچھ خرچ کیا تھا۔ پھر ایک مجاہد کو بلا یا جائے گا۔ اُس سے پوچھا جائے گا کہ تم کس کے لیے شہید ہوئے تھے۔ وہ کہے گا کہ اے اللہ! آپ کے لیے گردن کٹائی اور خون بھایا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم جھوٹ بولتے ہو، تمہاری یہ نیت تھی کہ جب تم میدان میں شہید ہو گے تو تمہارا نام ہو گا، جاؤ! یہ تمہیں دنیا میں مل چکا۔ دیکھا آپ نے اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے خون بھی رائیگاں گیا اور ععظ و قرأت بھی ضائع ہوئی اور صاحب سخاوت کا مال بھی گیا۔

اس لیے دوستو! اللہ کے لیے پڑھو، تمہاری تھوڑی سی محنت میں اللہ تعالیٰ برکت ڈال دے گا، جاہ و عزت اللہ دینے والا ہے، بڑی بڑی سند والوں کو دیکھا کہ انہیں کوئی نہیں پوچھتا اور بے سند والوں کی جوتیاں سند والے اُثار ہے ہیں۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب سندیافتہ عالم نہیں تھے لیکن مولانا حبیب الرحمن عظی جنہوں نے ”مُصَفَّف عبد الرزاق“، پر عربی حاشیہ لکھا تھا، اُن کو دیکھا کہ حضرت سے دعا کروانے کے لیے اعظم گڑھ آئے ہوئے ہیں۔ یہ سنائی بات نہیں ہے، میں نے انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ جو اتنی بڑی کتاب ”مُصَفَّف عبد الرزاق“، پر عربی میں حاشیہ لکھ دے وہ ایک غیر عالم سے دعا لے رہے ہیں۔ مولانا علی میاں ندوی کا کیا علم ہے کہ عرب کے لوگ اُن کی تقریریں مانگ رہے ہیں، اُن کو بھی دیکھا کہ وہ بھی حضرت کے پاس دعا لینے کے لیے

آئے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت اور تقویٰ و نعمت ہے کہ جو اس میں بڑھ جائے گا تمام علماء بھی اُس کے خادم بن جائیں گے لہذا اللہ کے لیے پڑھنا پڑھانا رکھئے اور ہمارے لیے بھی دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو بھی اور مظہر میاں کو بھی اور سب کو اخلاص نیت عطا فرمادے۔ یا اللہ! یہ مدرسہ قبول فرمایا، مسجد قبول فرمایا اور خانقاہ کو بھی قبول فرمایا۔

قرآنِ پاک میں علماء کے بلند مقام کا تذکرہ

بیان کے شروع میں جو میں نے آیت تلاوت کی تھی کہ رَبِّ زَكْرِنَا عِلْمًا اس پر مفسرین کی ایک بات نقل کرتا ہوں۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو کسی چیز کی زیادتی کی دُعا کا حکم نہیں دیا سوائے علم کے، آپ پورے قرآن میں دیکھ لیں۔ تو علم کی زیادتی اتنی بڑی نعمت ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ آیت:

﴿يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ﴾

(سورہ المجادلہ، آیت: ۱۱)

کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مؤمنین کے لیے رفع درجات کا ذکر آیا ہے کہ اللہ نے ایمان والوں کے درجات بلند کر دیئے لیکن ان میں جو عالم تھے اللہ تعالیٰ نے ان کا الگ تذکرہ فرمایا ہے، یہ تخصیص بعداً عیم ہے یہ رفع اللہ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ یہاں عامِ مؤمنین تو مراد ہیں، ہی یعنی عالم بھی اور غیر عالم بھی لیکن عامِ مؤمنین کے رفع درجات کے بعد اللہ تعالیٰ نے وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ کو الگ بیان فرمایا۔ اسی لیے مفسرین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے علماء کے درجات پر اتنے زیادہ بلند کیے ہیں کہ پہلے مؤمنین کا تذکرہ فرمایا اور بعد میں تخصیص بعداً عیم کے طور پر اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ علماء کے مقام کو بیان فرمایا۔ لیکن عالم اُسی کو کہتے ہیں جس میں خشیت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ

نے ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مَنْ عَبَادَهُ الْعَلَيْهِ أَعْلَمُ﴾

(سورۃ الفاطر، آیت: ۲۸)

عالیٰ کی لازمی صفت اللہ تعالیٰ کا خوف ہے۔ جس طرح برف کے لئے برودت لازم ہے اور آگ کے لئے حرارت لازم ہے اسی طرح علم کے لئے خوف و خشیت لازم ہے اور یہ خوف متین کی صحبت سے ملتا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ دارالعلوم دیوبند کا چپڑاںی بھی ولی اللہ تھا اور آج علماء کی کیا حالت ہے، آج بزرگوں سے تعلق نہ ہونے کی وجہ سے مولوی بے عزت اور ذلیل ہو رہا ہے۔

اصلاحِ نفس کی اہمیت

اس لیے دوستو! اپنے اصلاحِ نفس کے لیے کسی کو مریٰ یا مشیر ضرور بناؤ، بیعت کو اتی اہمیت ملت دو، مریٰ بناؤ، مصلح بناؤ یا مشیر بناؤ، ان سے پوچھتے رہو اور مشورہ لیتے رہو پھر جب دل چاہے تو بیعت کی سنتِ غیر موقوکدہ بھی ادا کرلو۔ آج کل لوگوں میں اس بات کا اتنا ڈر سمایا ہوا ہے کہ اگر میں نے پیر صاحب سے دو چار مرتبہ مشورہ لے لیا تو پیر صاحب ہمیں خود بخود مرید بنانے والی مشین میں ڈال دیں گے۔ تو ایسے جاہل پیر سے مشورہ ہی کیوں لیتے ہو؟ جب آپ کسی ڈاکٹر سے علاج کرواتے ہیں تو کیا اُس کو یہ کہتے ہیں کہ پہلے مرید کرو پھر دو دو۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بیعت ہونا اگرچہ فرض نہیں ہے لیکن برکت کی چیز ہے کیونکہ شنیع اُس کو اپنا خاص سمجھتا ہے اور وہ بھی اُسے اپنا بابا سمجھتا ہے، پھر یہ تعلق قوی ہو جاتا ہے لیکن محض برکت پر اتنا زیادہ زور ملت دو کہ بالکل حرکت ہی نہ ہو۔

دنیا کا مزہ بھی اللہ کی محبت پر موقوف ہے

تولم کو عمل کی نیت سے پڑھو اور اخلاق سے پڑھو اور سب سے بڑی چیز اللہ تعالیٰ کی محبت سیکھو۔ میں اپنے شیخ کی بات بتاتا ہوں، حضرت شاہ عبدالغنی چھوپوری رحمۃ اللہ علیہ جب بھی اللہ کا نام لیتے تھے تو آنکھ میں آنسو آ جاتے تھے، ان کو اللہ تعالیٰ سے ایسی محبت تھی، واقعی ان عاشقوں کو دیکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ دین کتنا میٹھا ہے۔ آج آدمی دین کو مصیبত سمجھتا ہے، میں تو کہتا ہوں کہ اگر آدمی دنیا میں اللہ والا نہیں بنا تو دنیا میں آنے کا مزہ ہی نہیں پایا، یہ کیا کہ کھایا، ہگا اور چل دیا یعنی اپنے پیٹ کو امپورٹ ایکسپورٹ کا آفس بنانے کا ایک دن اس دنیا سے چل دیا۔

دنیا کی فانی نعمتوں کی مثال

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک کیڑا انگور کے درخت پر چڑھا اور ہرے پتے پر ہی چپک کر زندگی گزار کر مر گیا، اُس نے انگور چکھا تک نہیں، وہ سمجھا کہ شاید یہی انگور ہے۔ اسی طرح ہم لوگ دنیا کی نعمتوں میں پھنس کر نعمت دینے والے کی معرفت کے انگور کی لذت سے محروم رہتے ہیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیاداروں کا بھی یہی حال ہے کہ کھار ہے ہیں، پی رہے ہیں، سور ہے ہیں، جاگ رہے ہیں لیکن کاش یہ لوگ آگے بڑھیں اور اللہ تعالیٰ کی محبت و معرفت کے انگور کھائیں تو ہر اپتہ بھول جائیں گے۔ اگر وہ کیڑا انگور پالیتا اور اُس کو چوس لیتا تو کہتا کہ ہائے! میں نے ہرے پتے پر زندگی ضائع کر دی۔ ہم لوگ بھی ہرے پتے ہی کو انگور سمجھے ہوئے ہیں یعنی طیڈیوں، ریڈیو، ویڈیو اور عشقِ مجازی کی چکر بازیاں یہ سب فانی ہیں اور ہمارے دل کو پریشان کرنے والی ہیں۔ بتائیے! پریشانی میں پری موجود ہے یا

نہیں؟ جہاں پری آتی ہے وہیں شانی بھی آتی ہے۔

گناہ اور تحسیل علم جمع نہیں میں ہو سکتے

تو میں عرض کر رہا تھا کہ علماء اور طالب علموں کو خاص طور پر اپنے دل کو سیکھنے کا چاہیے ورنہ ایسے دل میں علم نہیں آ سکتا، جس کی نظر خراب ہو اور دل ادھر ادھر ہٹوٹباڑ کہ اُس کے دل میں کیا آئے گا؟ کیا اُس کے دل میں علم آئے گا؟ علم کے لیے تو یکسوئی و سکون چاہیے۔ اس لیے حفظ و ناظرہ والے اساتذہ کو بھی بلا یا گیا ہے کہ اپنے بچوں کو سنت کی زندگی اور اخلاصِ نیت سکھاؤ۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ علم میں برکت دو وجہ سے ہوتی ہے ایک تو اساتذہ کا ادب اور دوسرا تقویٰ۔ اگر انسان میں گناہ کرنے کی عادت ہے تو اُس کے علم میں برکت نہیں ہوگی لہذا استادوں کا ادب کرو اور تقویٰ اختیار کرو۔

ہستہ تعالیٰ اور اسٹرائیک غیر شرعی عمل ہے

دوسرے یہ کہ اسٹرائیک غیر شرعی چیز ہے، یہ کافروں کی چیز ہے، اگر کوئی ملا اسٹرائیک کرتا ہے تو اسے کہو کہ کیوں کافروں جیسا کام کر رہے ہو؟ کیونکہ اسٹرائیک کافروں نے ایجاد کی ہے، طالب علموں میں یہ چیزیں کہاں سے آگئیں؟ اساتذہ کہہ رہے ہیں کہ امتحان دو اور یہ لوگ اسٹرائیک کر کے کہہ رہے ہیں کہ ہم امتحان نہیں دیں گے، ایسے لوگوں کی معافی بھی قبول نہیں کرنی چاہیے۔ آئندہ کے لیے یاد رکھو کہ ایسے لوگوں کو کبھی معاف نہیں کرو بلکہ فوراً مدرسہ سے نکال دو، یہ کام میرے شیخ نے کیا تھا، میرے شیخ کے مدرسہ میں کچھ نالائقوں نے ایسا کیا تھا تو حضرت نے فرمایا کہ میرا عبدالجبار لاو، عبدالجبار حضرت کی لائلی کا نام تھا، میں ان کی لاش گراوں گا پھر بھیجوں گا تاکہ معلوم ہو کہ یہ عبدالغفرنگی کا مدرسہ ہے۔

ادب کے ثمرات

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے میرے شیخ کے اس مدرسہ کا نام بیت العلوم رکھا تھا، یہ ایک گمنام مدرسہ ہے، اُس مدرسہ کا کوئی نام بھی نہیں جانتا لیکن آج حضرت کی دعاؤں کی برکت سے کوئی مجھ سے نہیں پوچھتا کہ آپ کی سندر کہاں ہے؟ میں یہی کہتا ہوں یا سند مَنْ لَا سَنَدَ لَهُ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ سے مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے نہیں پوچھا تھا کہ آپ کے پاس کس ادارہ کی سند ہے؟ نہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور نہ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حاجی صاحب سے سند کے بارے میں پوچھا تھا، کیونکہ وہاں تو اخلاق کی اصلاح کرانی تھی لیکن اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ علمائے بُنگلہ دیش کہتے ہیں کہ جب آپ کی تقریر ہوتی ہے تو ہم اپنا علم بھول جاتے ہیں۔ محدث لال باغ مولانا عبد الجید صاحب کہتے ہیں کہ جب میں آپ کا بیان سنتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کے سامنے بالکل جاہل ہوں، یہاں کی شرافت طبع ہے، یہ ہے اپنے کو مٹانا۔

جس شخص نے اپنے استادوں کی خوب خدمت کی اللہ تعالیٰ نے اُس سے علم کا کام لیا۔ مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک عالم اپنے گاؤں گیا اور اپنے شاگردوں کو بلا یا۔ ایک شاگرد آگیا دوسرا شاگرد نہیں آیا کیونکہ وہ ہل جوت رہا تھا، استاد کو جب علم ہوا کہ دوسرا شاگرد ہل جوتے کی صرفوفیت کی وجہ سے نہیں آیا تو ان کو غم ہوا اور پہلا شاگرد جو استاد کے بلا نے پر سارے کام چھوڑ کر فوراً بھاگ کر آگیا اُس سے بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے۔ تو جس نے اپنے مشتاخ اور اساتذہ کا ادب کیا، اللہ تعالیٰ نے اُس سے کام لیا اور جس نے بد تیزی اور استغناع کیا اُس سے علم کی برکت چھین لی گئی۔

تو اپنے بڑوں کا ادب کرو اور ان کے آگے کبھی اکثر و مت، یہ مت کہو کہ میری روزی تو اللہ دیتا ہے مجھے ان کا ادب کرنے کی کیا ضرورت ہے ورنہ تو ابا سے بھی ایسا کہو گے کہ مجھے تو اللہ نے کھلایا ہے آپ نے تھوڑی کھلایا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مہتمم کہاں سے کھلاتا ہے؟ یہ تو چندہ لے کر کھلاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ابا سے بھی ایسا کہہ دو کہ آپ نے ہمیں کہاں سے کھلایا ہے؟ یہ تو اللہ نے روزی دی ہے۔ اگر تم نے اپنے باپ کا کھایا تو مہتمم کا بھی کھایا کیونکہ مہتمم کو خدا ہی دیتا ہے اور ابا کو بھی خدا ہی دیتا ہے۔ الہ اس منطق سے تو باپ کا بھی شکر ختم ہو گیا۔ حدیث میں آتا ہے کہ واسطہ نعمت کا بھی شکر ادا کرو:

((مَنْ لَمْ يَشْكُرْ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرْ اللَّهَ))

(سنن الترمذی، کتاب البر والصلة، باب الشکر لمن احسن اليك)

بتائیے! حدیث میں لوگوں کا شکر یہ ادا کرنے کا جملہ ہے یا نہیں؟ اگر تم کو کوئی رومال بھی پیش کرے تو اسے جَزَّاكَ اللَّهُ خَيْرًا کہئے۔ حدیث میں ہے کہ جس نے اپنے بڑوں کا ادب کیا اللہ تعالیٰ اُس کی عمر میں برکت دیں گے اور اُس کے لیے ایسے جوان پیدا ہوں گے جو اس کا ادب کریں گے۔ اس حدیث کے راوی بھی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

جس میں ادب نہیں ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ انسان ہی نہیں ہے۔

اس لیے اپنے باپ کا ادب کرو، ماں کا ادب کرو، استادوں کا ادب کرو، یہاں تک کہ تم سے عمر میں جو بھی بڑا ہو، جو بھی سفید ڈاٹھی والا ہو، چاہے وہ تمہارا استاد بھی نہ ہو تو بھی اپنے تمام بڑوں کا ادب کرو، ان شاء اللہ! تمہارے چھوٹے تمہارا ادب کریں گے۔ ایک شخص نے اپنے باپ کی گردن میں رستی ڈال کر ایک درخت تک کھینچا۔ اس کے بعد ایک دن اُس کا بیٹا بھی اس کو وہیں تک کھینچ کر لے گیا جہاں تک اس نے اپنے باپ کو کھینچا تھا۔ تو اس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ

بیٹا! اس درخت سے آگے مت کھینچنا ورنہ ظالم ہو جاؤ گے۔ بیٹے نے کہا کہ یہاں تک جو میں نے کھینچا ہے تو کیا میں ظالم نہیں ہوا؟ باپ نے کہا کہ میں نے تیرے دادا کو یہاں تک کھینچا تھا۔

اس لیے کہتا ہوں کہ اللہ کے لیے اپنے بڑوں کا ادب کرو اور اس نیت سے بھی ادب نہ کرو کہ جب ہم بڑھے ہو جائیں گے تو لوگ ہمارا ادب کریں گے، سب کام اللہ کے لیے کرو، اللہ کے لیے پڑھاؤ، اللہ کے لیے بڑوں کا اکرام کرو اور اللہ کے لیے اپنی نظر کو بچاؤ کیونکہ خدا سڑکوں پر بھی تم کو دیکھتا ہے، الہذا اللہ کے لیے نظر بچاؤ اور اللہ کے لیے تہائی میں بھی خدا کو ناراض مت کرو کیونکہ اللہ تہائی میں بھی تمہارے ساتھ ہے:

﴿وَهُوَ مَعْلُومٌ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾

(سورۃ الحدیب، آیت: ۲)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم دل کو ٹھڑیوں کے اندر بھی چھپ کر کوئی کام کرو تو ہم وہاں بھی تمہارے ساتھ ہیں لہذا سب نیک کام اللہ ہی کے لیے کرو۔ ہاں! اگر کبھی لغوش ہو جائے تو مایوس بھی نہ ہو جاؤ، فوراً دور رکعت نمازِ توبہ پڑھو اور اللہ سے روؤا اور آیندہ کے لیے گناہ نہ کرنے کا پکارا دہ کرلو۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک نظر خراب ہونے پر چار رکعت صلوٰۃ توبہ کے نفل پڑھو اور کچھ روپیہ خیرات کرو پھر شیطان پیچھا چھوڑ دے گا۔ شیطان کہے گا کہ اس سے بدنگاہی ہوئی، اس نے اللہ سے توبہ کر لی، تو بے سے تو نخطا کی معافی ہو گئی لیکن پھر اس نے اپنے نامہ اعمال میں چار رکعت نفل بھی بڑھوایے اور خیرات کا ثواب بھی حاصل کر لیا توجب وہ اپنا بزرگ فیل دیکھے گا تو خود ہی پیچھا چھوڑ دے گا الہذا اپنی جوانی کو اللہ پر فدا کرو۔

طلبه کو سر پر بال نہ رکھنے کی تلقین

اب ایک اعلان سن لیجیے کہ یہاں پر جتنے لوگ موجود ہیں سب کے سب سرمنڈوادیں۔ البتہ جو اساتذہ اور طلبہ شادی شدہ ہیں ان کی معافی ہے۔ تو فاسقین کی وضع سے بچو اور صالحین کی وضع میں رہو، آج کل جتنے پڑی ہیں ان کے بال گردن تک ہیں، تو اگر میری خانقاہ میں رہنا ہے تو سب کے سب سرمنڈوادیں، یہ ایسا حکم ہے کہ اس کے لیے تین دن کا موقع دے رہا ہوں، اگر میں نے تین دن کے بعد کسی کے سر پر بال دیکھے اور سرمنڈا ہوا نہیں دیکھا تو اس کا إخراج کر دیا جائے گا، اگر سرمنڈوانے میں چپت کھانے کا خطرہ ہے تو مشین لگوادیں لیکن مخلوقین کا درجہ زیادہ ہے، پہلے مخلوقین ہیں بعد میں مُقتصر ہیں ہیں، یہ ہمارے بزرگوں کی بات ہے۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں تمام طلبہ کے سرمنڈوادیئے جاتے تھے اور جن اساتذہ کی شادی نہیں ہوئی انہیں بال رکھ کر کسی کو دکھانے کی کیا ضرورت ہے؟ سرمنڈوانے سے آدھا نفس مر جاتا ہے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک موراپنے پر نوچ نوچ کر پھینک رہا تھا، کسی نے کہا کہ اس طرح تو حسین نہیں رہے گا، تیر اسرا حسن انہی پروں کی وجہ سے ہے، اُس نے کہا کہ ان پروں پر لعنت بھیجو، سارے شکاری ان پروں ہی کی وجہ سے جنگل میں بندوق لے کر بیٹھے رہتے ہیں، جب میں پر نوچ دوں گا اور کھوٹ ہو جاؤں گا، شکل بگڑ جائے گی تو آرام سے سووں گا پھر کوئی میرا بیچھا نہیں کرے گا لہذا اس سرمنڈوا کر ٹیڈیوں سے بے فکر ہو جاؤ، ٹیڈی بھی دیکھ کر کہے گی کہ ہزار سال پرانا ملّا قبرستان سے نکل کر آ رہا ہے تو سرمنڈوادیکیے ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا فائدہ آپ لوگ دیکھیں گے، بس صرف وہ لوگ مستثنی ہیں جن کی بیویاں ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ اپنی موچھوں کو کٹاؤ کیونکہ بنی اسرائیل نے

بڑی بڑی موچھیں رکھی تھیں جس کی وجہ سے اُن کی بیویاں زنا میں مبتلا ہو گئیں کیونکہ بڑی موچھوں کی وجہ سے ان کی شکل خراب ہو گئی اور ان کی بیویوں کو اُن سے نفرت ہو گئی الہذا بیوی والوں کو شریعت اجازت دیتی ہے کہ وہ اپنے حسن و جمال کو قائم رکھیں لیکن جن استادوں کی شادیاں نہیں ہوئیں ان کو اور تمام غیر شادی شدہ طلبہ کو سرمنڈ وادینا چاہیے، طلبہ کو تو چھوٹے بالوں کی بھی اجازت مت دو، ان کا سرمنڈ واد اور سرسوں کے تبلی کی ماش کرو اور پھر دیکھو تمہاری شکل نفس و شیطان سے کیسے محفوظ رہتی ہے، تمہیں کوئی پوچھے گا بھی نہیں ان شاء اللہ، پھر تم صرف علم حاصل کرنے میں لگ جاؤ گے، پھر جب اللہ کہو گے تو ان کے نام کا مزہ آجائے گا، تلاوت میں مزہ آجائے گا، اسی حسن نے تو ساری دنیا میں فتنہ برپا کیا ہوا ہے۔

تو اپنی موچھوں کو باریک رکھو، اپنے بزرگوں اور صالحین کو دیکھو، اوپر والے ہونٹ کے کنارے سے موچھ تو بالکل بھی آگے نہیں بڑھنی چاہیے، یہ آخری لائے ہے، موچھوں کا اس لائے سے آگے بڑھنا مکروہ تحریکی ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ موچھوں کے کٹانے میں مبالغہ کرو چنانچہ ہمارے اکابر کو دیکھو وہ موچھوں کو بالکل برابر کر دیتے ہیں، تو آپ موچھیں بالکل برابر کر کے فرست ڈیلویژن میں پاس کیوں نہیں ہوتے؟ اور موچھیں ٹھیک کرنے میں افضل یہ ہے کہ ان کو اُسترے سے نہیں بلکہ قینچی سے ٹھیک کرو۔

طلبہ کو بڑی صحبت سے بچنے کی نصیحت

اور اے طالبِ علمو! بُرے لڑکوں کے ساتھ ملت رہو، جو لڑکے ٹیلیویژن دیکھتے ہیں اُن کے ساتھ ملت رہو۔ دیکھو! ایک چوہے نے ایک مینڈک سے دوستی کر لی، مینڈک نے کہا کہ میں پانی کا جانور ہوں اور تم خشکی کے

جانور ہو، ہماری دوستی نہیں ہو سکتی تو چوہارو نے لگا اور کہا کہ میں تمہاری محبت میں پاگل ہو رہا ہوں، میں تمہارے بغیر زندہ ہی نہیں رہ سکتا۔ غرض مینڈک کو خوب بے وقوف بنا کر دوستی کر لی۔ ایک دفعہ چوہا دریا کے کنارے جا کر بہت رویا مگر مینڈک کو پانی کے اندر سنائی نہیں دیا۔ جب وہ ایک گھنٹے بعد پانی سے نکلا تو چوہے نے کہا کہ میں ایک گھنٹے سے رورہا ہوں، دیکھو میرے آنسو نکل رہے ہیں، میں تمہارے بغیر پریشان رہتا ہوں، لہذا کوئی ایسا نسخہ بتاؤ کہ میں اپنی پریشانی ظاہر کروں تو تم پانی سے باہر آ جاؤ، مینڈک نے کہا کہ ہمیں تو ایسا نسخہ معلوم نہیں، چوہے نے کہا کہ مجھے معلوم ہے، میں مکار ہوں، میں بنیے کی دکان سے ایک ڈوری چڑا کر لاتا ہوں، ڈوری کا ایک سرا امیرے پاؤں میں باندھ لو اور دوسرا سرا اپنے پاؤں میں باندھ لو، جب میں تمہارے عشق میں بے چین ہوں گا اور ملاقات کا دل چاہے گا تو میں ڈوری کو ہلا داں گا تو پانی کے نیچے تمہاری ٹانگ بھی ہل جائے گی اور تم سمجھ جانا کہ چوہا مجھ کو بہت یاد کر رہا ہے۔ اب چوہا بنیے کی دکان سے ڈوری چڑا کر لایا، اس کا ایک سرا اپنے پیر میں باندھا اور مینڈک سے کہا کہ دوسرا سرا اپنے پاؤں میں باندھ لو، پھر بے شک پانی کے نیچے رہو۔ ایک دن ایک بھوکی چیل نے دیکھا کہ دریا کے پاس لقمة تریعی چوہا موجود ہے، بس چیل نیچے آئی اور چوہے کو کپڑا کر لے گئی۔ جب چیل چوہے کو لے کر اُڑی تو ڈوری سے بندھا ہونے کی وجہ سے مینڈک صاحب بھی نیچے لکھے ہوئے تھے بس پھر چیل نے چوہے کو بھی کھایا اور مینڈک کو بھی کھایا۔ تو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بچوں کو سکھاؤ کہ بُرے لڑکوں کے ساتھ دوستی مت کرو ورنہ جب چیل انہیں اٹھائے گی تو تم لوگ بھی ساتھ ہی لٹکے ہوئے ہو گے۔ لہذا جو لڑکے ٹیلیو یڑش دیکھتے ہوں اور گناہوں میں بنتا ہوں ان کے ساتھ دوستی بھی مت کرو، جو نمازی اور نیک ہوں ان کے ساتھ دوستی کرو۔

اب دعا کرو کہ اے اللہ! ہمیں تقویٰ اور استادوں کا ادب نصیب فرمائیے۔ یا اللہ! جو نالائق لوگ ہوں ان کو اپنی رحمت سے ہمارے ادارہ میں نہ آنے دیجیے۔ یا اللہ! جو غدار اور بے وفا ہوں ان کو بھی ہمارے ادارہ میں کبھی نہ آنے دیجیے۔ یا اللہ! اپنی رحمت سے باوفا اور نیک اور لائق طالب علم عطا فرمائیے اور اس سال جو کتابیں شروع ہوئی ہیں اپنی رحمت سے ان میں برکت ڈال دیجیے اور طالب علموں کے دماغ میں اس کو خوب سمجھنے کی صلاحیت عطا فرمائیے۔ یا اللہ! ان کا حافظہ قویٰ فرمادیجیے، تقویٰ اور ادب سے رہنے کی توفیق نصیب فرمادیجیے۔ ہم کو، اساتذہ کو، طلبہ کو اخلاص نیت عطا فرمائیے، ہمارے پڑھنے اور پڑھانے میں برکت ڈال دیجیے اور ہمارے مدرسہ سے طلبہ کو بہترین عالم بنادیجیے، اللہ والا عالم بنادیجیے، ان کے علم میں برکت ڈال دیجیے، تھوڑے سے وقت میں ان کے علم میں ایسی برکت عطا فرمائیے کہ ان کو ذرا سا بھی احساسِ کمتری نہ ہو۔ یا اللہ! اساتذہ کو محنت سے پڑھانے کی اور طلبہ کو محنت سے پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے اور ان تمام دعاؤں کو اپنی رحمت سے قبول فرمائیے، آمین۔

وَأَخْرُ دُعَوَا إِنَّ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

ایک اہلِ دل کی ایک مدرسہ کے نہست میں سے درود منداہ گزارش

بخدمت اقدس حضرت مولانا مدد ظالکم العالمی
السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

اللہ تبارک و تعالیٰ صحت کاملہ عاجلہ مستمرہ کے ساتھ آپ کی حیات طیبہ میں خوب برکت عطا فرمائیں۔ حضرت! آپ جانتے ہی ہیں کہ عمومی طور پر باہر کا ماحول کتنا خطرناک ہے، پھر مدرسہ کے پاس بڑے بڑے استھور کھلنے کی وجہ سے ماحول اور بھی گندہ ہو گیا ہے جو طالب علم دین کے لئے بلاشبہ زہر قاتل ہے۔ مزید تباہی جگہ جگہ انٹرنیٹ کیفے کھلنے سے ہو رہی ہے۔ جہاں بہت ہی معمولی قیمت میں انٹرنیٹ پر فخش فلمیں نہ صرف دیکھی جا رہی ہیں بلکہ ان نگاری فلموں کو ایک کم قیمت اور بہت چھوٹے سے میموری کارڈ میں ریکارڈ کر کے جدید موبائل (جو بہت ستمل جاتے ہیں) میں لگا کر بھی دیکھا جا سکتا ہے جس سے امت مسلمہ خصوصاً نوجوان اپنی جوانی برپا کرنے کے علاوہ خیر الدُّنیا و الْآخِرَة ہو رہے ہیں۔ بندہ ناکارہ کی معلومات میں مدرسہ ہذا میں بھی بعض طلباء اس زہر کا شکار ہیں۔

اس ناکارہ کا بیٹا بھی مدرسہ ہذا میں متعلم ہے۔ بفضلِ خدا بہت ہی نیک طبیعت اور دیندار مزاج ہے۔ ہمیشہ بہت اچھے نبروں سے پاس ہوتا آیا ہے۔ بندہ نے بھی مدرسہ ہذا کا چنانہ اس کے علمی تابیلت کے بجائے رضاء الہی، اخلاقی نیت، تربیت و ترقیہ نفس کے اعلیٰ معیار کی وجہ سے کیا تھا۔ لیکن دوسال سے اپنے بیٹے میں ایمانی و اخلاقی تنزلی دیکھ رہا ہوں۔ طاعات و عبادات میں بے شوقی بھی پیدا ہو گئی ہے۔ تحقیق سے یہ بات سامنے آئی کہ کھانے اور نماز کے وقفہ کے دوران

طلبہ ادھر ادھر چلے جاتے ہیں اور بعض طلبہ کو ارد گرد کی مارکیٹوں میں گھومتے دیکھا گیا ہے۔ لہذا بندہ کو اپنے بیٹے کے موجودہ چلن سے اس بات کا سخت خطرہ ہوا کہ وہ اس وقفہ کی آزادی سے مسموم نہ ہو گیا ہو اور انتہائی ضروری معلوم ہوا کہ آن جناب کی

توجہ مندرجہ ذیل امور کی طرف دلا کر درخواست کرے کہ ان امور کے اہتمام کا فوری حکم جاری فرمائ کرامت پر احسان عظیم فرمائیں:

(۱)..... طلبہ کو مدرسہ لگنے کے بعد سے چھٹی ہونے تک مدرسہ سے ہر گز باہر نہ نکلے دیا جائے (علاوہ بحالتِ مجبوری وہ اطلاعِ سرپرست) البتہ کینٹین کا انتظام خوب اچھا ہوتا کہ طلبہ کا دل اندر ہی رہے۔ انشاء اللہ یہ حفاظت دین ہی میں شمار ہو گا۔

(۲)..... طلبہ کو ہر گز مدرسہ میں موبائل رکھنے کی اجازت نہ ہو۔ البتہ جن طلبہ کی مجبوری ہو وہ بالکل سادہ موبائل یعنی جس میں میموری کارڈ اور کیسرہ کی سہولت نہ ہو اپنے اپنے بیگ میں رکھیں یا مدرسہ میں آتے وقت کسی ذمہ دار کے پاس جمع کرو اکر مدرسہ سے واپسی پر لے لیں۔

مودبنا نگارش ہے کہ مدرسہ کی کینٹین کا انتظام بہتر بنانا کراور کم از کم دو ٹیلیفون P.C. کے طور پر اچھی حالت میں لگوا کر مندرجہ بالا امور کے نفاذ میں مدد حاصل کرنی چاہئے تا کہ طلبہ کو باہر جانے کا جواز ہی ختم ہو جائے۔ مزید یہ کہ یہ پابندیاں رسی یا عارضی نہ ہوں۔

بندہ عاجز انتہائی دکھ کے ساتھ عرض کرتا ہے کہ اگر مستقل طور پر ان پابندیوں کا نفاذ جلد نہ ہو تو بندہ اپنے بیٹے کو مدرسہ پڑا سے نکال لے گا، کیونکہ بندہ کی تمنا یہی ہے کہ بندہ خود بھی پہلی مقیٰ ہو پھر عالم ہو۔ اگر عالم بننے میں تقویٰ کی ضمانت نہ ہو بلکہ سارے شعبہ ہائے زندگی کو چھوڑ کر صرف جوتی گا نہیں میں تقویٰ کی ضمانت ملے تو بندہ اپنے بیٹے کو غیر مقیٰ عالم بنانے کے بجائے جوتی گا نہیں والا لیکن مقیٰ بننے کو ترجیح دے گا۔

نوٹ: حضرت صاحب دامت برکاتہم کی نگرانی میں کراٹے شروع ہونے کی خوشخبری ملی۔ بہت مبارک ہو کہ طلبہ کو ذہنی نشوونما کے ساتھ جسمانی صحت اور ایک اچھی تفریح کا سامان ملا۔ براہ کرم اسے ضرور جاری رکھئے۔

فتوح الاسلام

ایک دکھی و عاجز باپ